

طبی سیاحت کے نام پر گردوں کا سستا بازار



شبے کا ڈھانچہ بھی برے حالات سے دوچار ہے۔ پاکستان اپنی جی ڈی پی کا صرف 0.5 فیصد صحت پر خرچ کرتا ہے اور لوگوں کی ایک بڑی تعداد صحت کی بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہے۔

مذکورہ بالا حلقہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ پاکستان کسی بھی طبی سیاحت کے لیے کوئی پرکشش منزل نہیں ہے تاہم پاکستان پکھ طبی سیاحوں کے لیے ایک الگ سی کشش ضرور رکھتا ہے اور وہ ہے گردوں کی پیوند کاری۔ پاکستان دنیا کے ان محدودے چند ممالک میں شامل ہے جہاں انسانی اعضا کی تجارت کی روک تھام کے لیے کسی قسم کے قوانین موجود نہیں ہیں اور انتہائی غربت لوگوں کو اپنے اعضاء تک بینچنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اعضا کی تجارت انسانی تذلیل کی انتہاء ہے اور یہ دنیا کے بیشتر ممالک میں غیر قانونی قرار دی جا پچکی ہے۔

بجائے اس کے کہ پاکستان کی حکومت ملک میں بڑھتی ہوئی انسانی اعضا کی تجارت کی روک تھام کے لیے کوئی قانون سامنے لے کے آتی (اس حوالے سے ایک مسودہ قانون پچھلے 15 برس سے پاریزینٹ میں زیر التواء ہے) اس نے انسانی استھان کی بنیادوں پر کھڑی انسانی اعضا کی پیوند کاری کی صنعت کے لیے طبی سیاحت کے فروغ کے تحت خصوصی مراعات کا اعلان کر دیا ہے۔ گردوں کے ڈائیلسر اور پیوند کاری کے لیے درآمد کی جانے والی مشینری، آلات اور دویات کو ڈیوٹی اور ٹیکسوس سے مستثنی قرار دیا ہے۔ ان مراعات کے لیے حکومت صرف موجودہ مالی سال میں 230 ملین روپے کا خسارہ برداشت کر رہی ہے۔

حکومت پاکستان نے حال ہی میں طبی سیاحت کے فروغ کے لیے ایک پالیسی اختیار کرتے ہوئے اس 'نمی' صنعت سے متعلقہ مشینری اور دویات کی درآمد پر ڈیوٹی اور ٹکس وغیرہ ختم کر دیے ہیں۔ کیا پاکستان میں عالمی معیار کی طبی خدمات مہماں اتنے سستے داموں مہماں کی جاسکتی ہیں کہ غیر ملکی افراد پاکستان کا سفر کر کے یہاں کی اعلیٰ طبی خدمات سے استفادہ حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ وطن عزیز کی سیر بھی کر سکیں؟ دی نیٹ ورک ادارہ برائے تحفظ صارفین کی ایک تحقیق کے مطابق پاکستان میں سے گردوں کے علاوہ غیر ملکی طبی سیاحوں کو پیش کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں۔

حکومت کا واحد مطبع نظر ڈال کر مانا معلوم ہوتا ہے چاہے اس کے لیے غیر ملکیوں کے ہاتھ اپنے غریب عوام کے گردے ہی کیوں نہ بینچنے پڑیں۔ طبی سیاحت کو فروغ دینے کی کوشش درحقیقت ملک میں انسانی اعضا کی گھناؤنی تجارت کو تحفظ فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ اسے ترویج دینے کے متراffد ہے۔

طبی سیاحت اصطلاح میں کسی مریض کے اس غیر ملکی سفر کو کہتے ہیں جو اپنی کسی بیماری کا علاج ایسے ملک میں کروانا چاہتا ہے جہاں یہ علاج معیاری ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے اپنے ملک کی نسبت سستا ہو۔ بہت سی ایشیائی حکومتوں طبی سیاحت کو صنعت کے طور پر متعارف کرو رہی ہیں اور ماہرین کا خیال ہے کہ 2012ء تک صرف ایشیاء میں طبی سیاحت چار ارب ڈال کی صنعت بن جائے گی۔ کسی بھی غیر ملکی مریض کے لیے کسی ملک میں دو قسم کی کشش ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے علاج کے لیے وہاں کا سفر کرے۔ پہلی کشش وہاں پیش کی جانے والی نبتابستی طبی خدمات جو بین الاقوامی معیار سے مطابقت رکھتی ہوں اور دوسرا کشش اس ملک کا سیاحتی ڈھانچہ جو اتنا پرکشش ہو کہ مریض اپنے علاج کے ساتھ ساتھ سیاحت سے بھی اطف اندوز ہو سکے۔

اس بات کو ثابت کرنے کے لیے یقیناً کسی بڑی دلیل کی ضرورت نہیں کہ نہ تو پاکستان میں پیش کی جانے والی طبی خدمات اعلیٰ اور بین الاقوامی معیار کی ہیں اور نہ ہی ہمارے ملک کا موجودہ سیاحتی ڈھانچہ اتنا مسحور گن ہے کہ یہ طبی سیاحوں کو اپنی طرف متوجہ کر سکے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ملک کی جیسی تیسی سیاحتی صنعت نائیں الیون کے واقعہ کے بعد بحرانی صورتحال سے دوچار ہے۔ اسی طرح ملک کا صحت کے

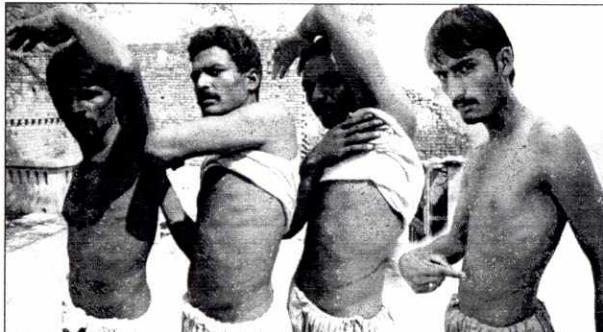


روگ اور بچپتا و اکما تا ہے۔ امریکہ میں گردے کی پیوند کاری کے لیے کم از کم ساٹھ لاکھروپے یا ایک لاکھ امریکی ڈالر درکار ہوتے ہیں اور مریض کو عطیہ دہنہ کا انتظام بھی خود کرنا پڑتا ہے۔

گردوں کی خرید و فروخت انسانی اعضا کو مارکیٹ کی اشیاء میں بدل دیتی ہے اور جو لوگ اس گھناؤ نے کاروبار میں ملوث ہوتے ہیں وہ درحقیقت معاشرے کے غریب، نادار اور بے کس افراد کی بیچارگی کا استھصال کرتے ہوئے انھیں ایک شے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ طبی سیاحت کی خوبصورت اصطلاح کے پردے میں گردوں کی خرید و فروخت کو قانونی شکل دینے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہماری حکومت نے بھی انسانوں کو اشیاء، تصور کر لیا ہے جن کے باڑی پارٹس، روپیوں اور غیر ملکی زر بمبالغہ کمانے کے لیے بیچ بھی جاسکتے ہیں۔

ان اقدامات کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ غیر ملکی مریض گردوں کی پیوند کاری کے لیے پاکستان کا دھڑادھڑ رخ کر رہا ہے ہیں تاکہ یہاں سنتے داموں گردے کی پیوند کاری کروائیں کیونکہ پاکستان میں گردے کا حصول اور پیوند کاری ان کے اپنے ملکوں کی نسبت نہایت سستی ہے۔ ان غیر ملکیوں کو گردے عنایت کرنے والے وہ مجبور و بے کس غریب نوجوان ہوتے ہیں جو گردوں مافیا کے چنگل میں پھنس کر محض چند ہزار روپوں کی خاطر اپنا گردہ بیچ دیتے ہیں۔

ایک غیر ملکی کو پاکستان میں گردے کی پیوند کاری کے لیے صرف تین لاکھروپے یا پانچ ہزار امریکی ڈالر خرچ کرنا پڑتے ہیں جن میں سے بڑا حصہ دالاں، ڈاکٹروں اور ٹرانسپلانت منڈر کی نذر ہوتا ہے اور بے چارہ غریب نامہ دادعیہ دہنہ، ایک غیر ملکی کوئی زندگی بخشے کے عوض صرف پچاس ہزار سے ایک لاکھ روپے اور عمر بھر کا



بھولال سرگودھا کے ایک گاؤں کے رہائشی نوجوان جو گردوں مافیا کی سفا کی کاشنائے بنے

ہمارے ملک میں انسانی ایثار اور قربانی کی عظیم مثال جو گردوں کے عطیہ دہنہ گان پیش کرتے تھے بڑی تیزی سے انسانی استھصال اور کمرشل ازم کی اہمیت میں وقیتی جا رہی ہے اور گردے مارکیٹ میں باڑی پارٹس کے طور پر فروخت ہو رہے ہیں اور سب سے بڑا استہصال یہ ہے کہ یہ مارکیٹ مکمل طور پر خرید کنندہ کے رحم و کرم پر ہے۔ پاکستان میں انسانی اعضا کی تجارت کے حوالے سے کوئی قانون سرے سے موجود ہی نہیں اس لیے یہ گھناؤ نی تجارت کھلے بندوں کی جاتی ہے اور اب تو ملک میں ایسے طبی ماہرین کی بھی کوئی کمی نہیں جو اس تجارت کے حق میں جواز تراشیاں کرتے ہوئے اسے غربت مٹانے کا ایک اوزار گردانے تھیں۔

سنٹر آف بائیو میڈیا یکل ایمکس اینڈ کلچر کی پروفیسر ڈاکٹر فرحت معظم کے بقول

لگا ہے 'گردوں' کا بازار دیکھو

گردوں کی ناقابل اصلاح خرابی کے شکار ہزاروں مریض ہر برس ایسے گردوں کی پیوند کاری سے نئی زندگی پاتے ہیں جو انھیں ان کے پیارے ان کی جان بچانے کے لیے عطیہ کرتے ہیں۔ گردوں کی پیوند کاری کی دو اقسام ہیں، نعشوں سے حاصل یہ گئے گردوں کی پیوند کاری اور زندہ انسانوں کے گردے کی پیوند کاری۔ نعش سے گردے کی پیوند کاری میں دماغی طور پر مردہ افراد جن کی بچنے کی امید صفر ہو سے گردا حاصل کر کے مریض میں پیوند کیا جاتا ہے۔ دنیا کے زیادہ تر ممالک میں گردوں کی پیوند کاری کا یہ طریقہ زیادہ پسند کیا جاتا ہے اور دنیا کے پیشتر ممالک نے اس حوالے سے قانون سازی بھی کی ہوئی ہے۔

زندہ انسانوں سے گردے کے حصول کی شکل میں زیادہ تر ممالک نے یہ قانون سازی کی ہوئی ہے کہ صرف وہ افراد کسی کو گردوں کے عطیہ کر سکتے ہیں جو مریض کے خون کے رشتہ دار (یعنی بھائی، بہن، بیٹا، بیٹی وغیرہ) ہوں۔ چند ممالک کے علاوہ دنیا کے تمام ممالک میں انسانی اعضا کی تجارت قانوناً جرم ہے۔ حتیٰ کہ وہ ممالک بھی جہاں غیر رشتہ دار گردے قبول کیے جاتے ہیں، ایک بہت سخت نظام کے تحت تمام عمل کی نگرانی کرتے ہیں جیسے ایران وغیرہ۔

پاکستان میں گردوں کی پیوند کاری 80 کی دہائی کے وسط میں متعارف کروائی گئی تھی اور اب ہر سال تقریباً 2000 گردوں کی سالانہ پیوند کاری ملک میں ہوتی ہے۔ تاہم



صفحہ: 3/5

خشست مزدور ہیں جو بھٹے ماکان کے 'قرض' کی پیچیدہ فسطلوں میں اس طرح جگڑے ہوئے ہیں کہ انھیں جبکہ مزدور کہا جاتا ہے۔ قسمت کے مارے یہ مزدور کسی شادی یا خاندان کے کسی فرد کی بیماری کے علاج کے لیے اپنے جسمانی اعضا تک بیچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

ڈاکٹر فرحت کا کہنا ہے کہ حال ہی میں ایک پالٹ سروے کیا گیا جس میں پنجاب کے ایک گاؤں سے ایسے 70 افراد کا انٹرو یو کیا گیا جو اپنے گردہ فروخت کر چکے ہیں۔ اس سے خوفناک حلقہ سامنے آئے۔ تمام گرددہ فروخت کنندگان ان پڑھتے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر مرد جبکہ مزدور تھے اور ان کی خواتین بھی زمین مالکان کے گھروں میں نوکری کرتی تھیں۔ اوس طبقہ اس شخص کو جس نے اپنے گردہ بیچا 80000 روپے ایجاد کی فیس نکال کر بچے تھے اور اس رقم کا ایک بڑا حصہ مالکان کا قرضہ اور سودا کرنے میں نکل گیا تھا اور باقی رقم خاندان کی شادیوں اور مرنے والوں کی آخری رسومات پر خرچ ہوئی۔ اسی سروے سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ بعض دیہات کے 30 فیصد لوگ اپنے گردہ فروخت کر چکے ہیں۔ ایک دفعہ جب گرددہ ہمتال میں نکال لیا جاتا ہے اور گرددہ دہنہ کو گھر بیچنے دیا جاتا ہے اس کے ساتھ کسی قسم کا کوئی رابطہ نہیں رکھا جاتا۔

غربت کے مارے ان گرددہ دہنگان کے علاوہ ہمتالوں میں گردوں کی چوری کی شکایات بھی سامنے آتی ہیں۔ چند ماہ قبل پشاور کا ایک ایسا ہی کیس میڈیا میں اچھا تھا جس میں ایک شخص نے ایک سرجن پر اڑام لگایا کہ اس نے اس کے بیٹے کا گردہ کسی دوسرے آپریشن کے دوران نکال دیا تھا۔

پاکستان انسانی اعضا کی تجارت کے حوالے سے بڑی تیزی سے ایک مرکز میں تبدیل ہو رہا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ 1991ء میں 75 فیصد گردوں کی پیوند کاری کے کیسے میں گردے خاندان کے افراد نے عطیہ کیے تھے جبکہ 2003ء میں 80 فیصد گردے غیر رشته دار لوگوں سے خریدے گئے تھے جبکہ 2003ء تک میں جو 2023ء پیوند کاریاں ہوئیں ان میں سے آدھے مریض غیر ملکی تھے۔ ان تمام پیوند کاریوں میں سے 1400 صرف لاہور اور راولپنڈی کے ہمتالوں میں ہوئیں۔ ڈاکٹر فرحت کا کہنا ہے کہ یہ بڑھتا ہوا ٹرانسپلانت ٹورازم اب کوئی رازنیں رہا اور ہمیلتھ کیمیونٹ اور حکومت ان سرجنوں اور ڈاکٹروں کے ناموں اور کارنا موں سے بخوبی واقف ہے جو اس گھناؤ نے اور غیر انسانی کاروبار میں ملوث ہیں۔ ڈاکٹر فرحت نے کہا کہ اگر کسی کواب بھی شک ہے تو وہ اٹرنسنیٹ پر پاکستانی ٹرانسپلانت سنٹر زکی ویب سائٹ پر پیش کیے جانے والے ٹرانسپلانت پیکچر پر نظرڈالے۔

ان اٹرنسنیٹ اشتہاروں میں غیر ملکیوں کو گردوں کی پیوند کاری کے لیے ایسے پیکچر پیش کیے جاتے ہیں جن کی قیمت 1300 میلی ڈالر سے لیکر 25000 ڈالر تک ہوتی ہے اور ان پیکچر میں گردے کی قیمت جسے 'ڈوز کوست' کہا جاتا ہے بھی شامل ہوتی ہے۔

ڈاکٹر فرحت مزید کہتی ہیں کہ گردے کی پیوند کاریوں کی تعداد کو منظر رکھتے ہوئے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ گردوں کی تجارت ایک منفعت بخش کاروبار میں ڈھل میں گئی ہے جس کا جنم 15 میلی ڈالر (90 کروڑ روپے) سالانہ کے قریب ہوتا ہے۔ ماضی قریب میں اخبارات میں ان غریب اور مسکین افراد کی کہانیاں پھیلی رہی ہیں جنہوں نے ہمتالوں کو اپنے گردے فروخت کیے۔ ان میں سے زیادہ تر افراد بھٹے

قانون کی عدم موجودگی

حکومت کی عالمی اسمبلی نے 1991ء میں قرارداد نمبر 44.25 میں تمام رکن ممالک (شمول پاکستان) کے لیے اعضا کی پیوند کاری کے حوالے سے رہنماء اصول مرتب کیے جنہیں رکن ممالک پر اپنی پالیسیاں بناتے وقت مذکور رکھنا ضروری قرار پایا۔ ان میں سے ایک رہنماء اصول یہ ہے کہ انسانی جسم یا اس کا کوئی حصہ کسی تجارتی مقصد کے لیے استعمال نہیں ہو سکتا، اور یہ کہ کسی بھی انسانی عضو کی قیمت اضافی ضرورت یا دستیابی کی تشبیہ منوع ہوئی چاہیے۔



ہے۔ خاوند کا بیوی اور بیوی کا خاوند کو عطیہ دینا بھی ایک کمیٹی کی منظوری میں مشروط کر دیا گیا ہے۔ یہ کمیٹی قانون کے مطابق ہر پیوند کاری آپریشن کا جائزہ لے لے گی۔ یہ قانون نشوں سے اعضاء حاصل کرنے کی خوصلہ افزائی کرتا ہے اور اس کے لیے طریقہ کار مرتب کرتا ہے۔

اگرچہ مجوزہ قانون میں کچھ تغیرتیں جیسے آرٹیکل 7 کسی بھی فرد کی اپنی واضح مرضی سے عطیہ دینے کی اجازت دیتا ہے اور یہاں آرٹیکل 3 کا حوالہ نہیں دیا گیا جس میں خون کے رشتے کے علاوہ کہیں سے بھی عطیہ قابل قبول نہیں۔ اسی طرح آرٹیکل 9 کے مطابق یہ قانون اپنے ارادے سے کیے گئے کسی بھی فعل پر گرفت نہیں کریگا۔ یہاں اپنے ارادے کی مزید تشریف ہونی چاہیے تھی۔ اسی طرح قانون میں شکایات اور علاقی کے کسی طریقہ کار کا واضح تذکرہ نہیں اور قانون میں تجویز کی جانے والی سزا (3 سال قید) بھی کم ہے۔ مگر ان ستم بائی کے باوجود یہ قانون بہت اچھا ہے اور اس کی منظوری اور اس پر صحیح طریقے سے عملدرآمد سے پاکستان میں انسانی اعضا کی تجارت بند ہو جائے گی اور ملک کی پیشانی پر گردہ گلی، کالا گاہوں کا ٹیکہ بھی اتر جائے گا۔

پہلے چند برسوں میں تقریباً تمام ممالک نے صحت کی عالمی اسمبلی کے ان زندگی اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے قوانین مرتب کیے ہیں اور انسانی اعضا کی تجارت کو جرم قرار دے دیا ہے۔ پاکستان مسلم ممالک میں وہ واحد ملک ہے جہاں اعضا اور بانتوں کی پیوند کاری اور نشوں سے اعضاء حاصل کرنے کا قانون منظور نہیں ہوا۔ کافی انسانی اعضا کی پیوند کاری بل 1992ء میں پارلیمنٹ میں پیش کیا تھا اور سینٹ کی ایک قائمہ کمیٹی نے یہ بل 1994ء میں بہت سی ترمیمات کے ساتھ پیش کرنے کے لیے منظور کیا تھا مگر یہ اب تک پارلیمنٹ سے منظور نہیں کروایا جاسکا۔ اگرچہ مختلف حکومتوں نے اس مسئلے کو اٹھانے کی کوشش کی لیکن بعض نامعلوم اور پراسرار وجوہات کی بناء پر اس ضمن میں کوئی ٹھوس قدم نہیں اٹھایا جا سکا۔ موجودہ حکومت نے بھی کئی مرتبہ اس بل کو پیش کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے مگر عملاً ابھی تک کچھ نہیں ہوا۔

1994ء کے اس مجوزہ بل کی مخالفت میں ٹرانسپارانٹ سرجنز کی ایک طاقتور ای بی پیش ہے کیونکہ یہ قانون انسانی اعضا کی تجارت کو کمل طور پر منوع قرار دیتا ہے۔ مجوزہ بل میں خون کے رشتہوں کے علاوہ کہیں سے بھی عطیہ لینے کی ممانعت

پاکستان کو طبی سیاحت کو فروغ کیوں دینا چاہیے؟

پاکستان میں میڈیکل کے شعبے میں پہلے ہی افرادی قوت کی کمی ہے۔ 16 کروڑ کی آبادی کے لیے صرف ایک لاکھ تنیس ہزار ڈاکٹرز ہیں اور اس شعبے کے افرادی دوسرا ملکوں کی بھرت کا تناسب بھی بہت زیادہ ہے۔ میڈیکل کے شعبے میں ماہر افرادی قوت دوسرے ممالک کی طرف بھاگ رہی ہے اور طبی سیاحت کے فروغ کی شکل میں مقامی آبادی کو مزید کم ڈاکٹرز اور وسائل مہیا ہوں گے اور ان کے لیے صحت کی خدمات مزید مشکل اور مہنگی ہو جائیں گی۔

حکومت کی طبی سیاحت کے فروغ کی طرف انداہ دھن دو صحت عامہ کے شعبے کی پرائیوریٹیشن اور بر لائزیشن کے تناظر میں دیکھنی چاہیے۔ کچھ حلقوں پر تحفظ رکھتے ہیں کہ طبی سیاحت کا فروغ انسانی اعضا کی تجارت سے ہٹ کر بھی پاکستان میں پہلے ہی سے بدحال صحت عامہ کی خدمات کو مزید برے حالات سے دوچار کر دے گا۔ طبی سیاحت کے آنے سے عام پاکستانی شہریوں کو اچھی صحت کی خدمات مزید مشکل ہو جائیں گی کیونکہ وسائل اور افراد غیر ملکیوں کے علاج پر صرف ہونا شروع جائیں گے۔

طبی سیاحت کیا ہے؟

طبی سیاحت بڑی تیزی سے دنیا میں اربوں ڈالر کی اندازہ میں تبدیل ہوتا ہوا رجحان ہے جس میں ممالک کے لیے زر مبادلہ کمانے کی بڑی کشش موجود ہے۔ اس سے اقوام کے مابین شافتی ہم آہنگی اور سینکڑا لوگی اور مہارتوں کے تبادلے کے موقع بھی میر آتے ہیں۔ عمومی طور پر تین قسموں کی خدمات طبی سیاحت کے زمرے میں آتی ہیں۔

1) چستی (مساج، ہرمل، ٹریپلینٹ، مراقبہ وغیرہ وغیرہ)



CONSUMER REPORT

صفحہ: 5/5

بڑے شوق سے ایشیائی ملکوں کی طرف آتے ہیں۔ بھارت صحت کی خدمات کے کئی شعبوں میں اپنی عمدہ کارکردگی کے باعث طبی سیاحت کا مرکز بن رہا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ 90ء کے دہائی کے آغاز تک غیر ملکی گروں کے حصول کے لیے بھارت کا رخ کرتے تھے مگر یہ رجحان 1994ء میں ختم ہو گیا جب بھارت نے 1994ء میں انسانی اعضا کی تجارت کو جرم قرار دے دیا اور یونیکاری کے لیے قانون نافذ کر دیا۔ اب پاکستان، چین، امریکہ، یورپ اور وسط ایشیائی ریاستوں کے باشندوں کے لیے ایک بڑی گردہ گلی ہے۔

2) علاج (سرجری، کامپیک سرجری، آنکھ اور دل وغیرہ کی سرجری، کینسر کا علاج وغیرہ وغیرہ)

3) بھالی (ڈائلسٹر، نش کی علت سے چھٹکارا اور ضعیف افراد کی دیکھ بھال وغیرہ وغیرہ)

ہائی ٹیک ہیلینگ طبی سیاحت کی ایک ایسی قسم ہے جس میں علاج کے لیے جدید ترین مشینی (کامپیک سرجری، ڈائلسٹر، ٹرانسپلانت وغیرہ) درکار ہوتی ہے۔ ایشیائی ممالک ہائی ٹیک ہیلینگ اور طبی سیاحت کو فروغ دینے میں لگے ہوئے ہیں کیونکہ یورپ اور امریکہ میں صحت کی خدمات بہت مہنگی میں اور وبا سے لوگ

